© rasailojaraid.com

بچوں کی تعلیم و تربیت
اسلامی تعلیمات اور نفسیات کی روشنی میں

سعید احمد

(۳)

بہرحال کوئی بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے نہ ولی پیدا ہوتا ہے اور نہ شیطان۔ اسلامی تعلیمات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور جدید نفسیات کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ بچہ اس دنیا میں آتا ہے تو فطرت سادہ لے کر آتا ہے۔ یہاں اُس کو جیسا ماحول ملتا ہے جیسی تعلیم اور تربیت ملتی ہے اُسی کے مطابق وہ ڈھلتا چلا جاتا ہے۔ اور اُس کی یہ اثر پذیری اُس وقت سے ہی شروع ہو جاتی ہے جب کہ ہم اُس کو ایک جاندار کھلونا سمجھ کر اُس سے لطف اندوز ہوتے اور اُس کی باتوں سے خوش ہوتے ہیں اس بنا پر ہماری تعلیم و تربیت کا زمانہ بھی اسی وقت سے شروع ہونا چاہیے[1]۔

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم (جلد سوم از صفحہ ۶۲ تا ۶۴) میں بچوں کی ادب آموزی اور

[1] ایک حدیث جو عام طور پر مشہور ہے یہ ہے کہ "اگر تم پہاڑ کی نسبت سنو کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو اُس کی تصدیق کرلو لیکن اگر کسی کی نسبت یہ سنو کہ وہ اپنے خلق سے ہٹ گیا ہے تو اس کی تصدیق مت کرو" بالعموم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس حدیث میں اور حدیث ماسبق جس میں اس کا ذکر ہے کہ ماں باپ اولاد کو یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی۔ ان دونوں میں تعارض ہے۔ حالانکہ بات بالکل واضح اور صاف ہے، پہلی حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ بچہ کی فطرت بالکل سادہ ہوتی ہے۔ پھر ماحول سے وہ جو اثرات قبول کرتا ہے اُس کی طبیعت اُسی رنگ کو اختیار کر لیتی ہے یہاں تک کہ وہ اپنے ماحول کا زائیدہ اور اُس کا آئینہ دار بن جاتا ہے۔ اور دوسری حدیث میں اس حقیقت کی طرف رہنمائی کی گئی ہے کہ ایک شخص کسی خاص ماحول میں رہنے کے باعث جب کوئی اثر قبول کرتا ہے اور اس کی تکرار بار بار ہوتی ہے تو اب اُس کے نفس میں ایک (باقی برص ۱۱۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تربیت سے متعلق بڑی لطیف اور نکتہ ورانہ بحث کی ہے اس کو شروع سے آخر تک پڑھنے کے بعد ایک شخص جس نے جدید نفسیات کا بھی مطالعہ کیا ہو بآسانی یہ معلوم کر سکتا ہے کہ امام نے چند بلیغ فقروں میں ہی وہ سب کچھ کہدیا ہے جو آج ہمارے علمائے نفسیات کی برسوں کی تحقیقات اور دماغی کاوشوں کا ثمرہ ہے اور جس پر اُن کو بڑا ناز ہے امام کے ایک ایک فقرہ کا الگ الگ تجزیہ کر کے یہ بتانا مشکل ہے کہ کون سا فقرہ نفسیات کے کس اصول کی طرف اشارہ کرتا ہے. اس لیے ہم ذیل میں آپ کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں. گذشتہ اوراق میں آپ جو کچھ پڑھ چکے ہیں اُن کی روشنی میں امام غزالیؒ کے یہ ارشادات پڑھ کر آپ خود اندازہ کر سکیں گے کہ امام نے چند فقروں میں ہی کیا کچھ کہدیا ہے. چنانچہ فرماتے ہیں

اعلم انّ الطریق فی ریاضۃ	یاد رکھو، بچوں کی تربیت و تعلیم میں اہتمام
الصبیان من اھم الامور	کرنا نہایت اہم اور ضروری ہے. بچہ
واوکدھا والصبی امانۃ	اپنے ماں باپ کے پاس خدا کی ایک
عند والدیہ وقلبہ الطاھر	امانت ہے اور اُس کا پاک دل ایک
جوھرۃ نفیسۃ ساذجۃ خالیۃ	ایسے صاف و شفاف آئینہ کی مانند ہے

(بقیہ ص۱۱۳) کیفیت راسخہ پیدا ہو جاتی ہے جو فلسفہ اخلاق کی اصطلاح میں ملکہ کہلاتی ہے پھر اسی ملکہ کو جس کے باعث نفس سے افعال کا صدور بآسانی اور بے سوچے کسی غور و فکر کے بغیر ہو "خلق" کہتے ہیں. اب غور کیجیے تو صاف معلوم ہوگا کہ دونوں حدیثوں کا مطلب ایک دوسرے سے متعارض نہیں ہے. بلکہ پہلی حدیث میں جو بات کہی گئی ہے اُسی کا ایک پہلو دوسری حدیث میں بیان کر دیا گیا ہے. اب رہا یہ اشکال کہ اس حدیث سے تو یہ لازم آتا ہے کہ جب ایک انسان کا خلق اُس سے زائل ہو ہی نہیں سکتا تو پھر پڑھنا پڑھانا. تعلیم و تلقین اور وعظ و ارشاد سب بیکار ہوئے یعنی ایک خاص ماحول میں رہنے کے باعث اُس میں جو خلق پیدا ہو گیا ہے وہ ناقابل زوال ہے اور اب اس کے لیے کیسا ہی عمدہ اور بہتر ماحول پیدا کیا جائے اور اسے کیسی ہی تلقین رشد و ہدایت کی جائے وہ سب بیکار رہے گا اور اُس پر کوئی اثر نہ ہوگا. اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ ملکہ جس کیفیت راسخہ فی النفس کو کہتے ہیں وہ اگرچہ بطی الزوال یعنی دیر میں زائل ہو سکنے والی کیفیت ہے لیکن اس کا زوال ناممکن نہیں ہے البتہ ہاں یہ ضروری ہے کہ مرض جس قدر زیادہ شدید ہو علاج بھی اسی قدر موثر، دیرپا اور طویل ہونا چاہیے. کسی غلط ماحول میں رہنے اور اعمال سیئہ کی (باقی بر ص۱۱۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عن كل نقش وصورة وهو
قابل لكل ما نقش ومائل
الى كل ما يمال به اليه فان
عُوِّدَ الخير وعُلّمه نشأ عليه
وسعد فى الدنيا والآخرة
وشاركه فى ثوابه ابواه و
كل معلم له ومؤدب وان
عود الشر واهمل اهمال البهائم
شقى وهلك وكان الوزر
فى رقبة القيم عليه والوالى
له وقد قال الله عز وجل
يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا
اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا
ومهما كان الاب يصونه
عن نار الدنيا فبان يصونه
عن نار الآخرة اولى

جوہر نقش اور صورت سے خالی ہو اور جس میں ہر نقش کو قبول کرنے اور جس چیز کی طرف اس کو مائل کیا جائے اُس کی طرف مائل ہونے کی پوری صلاحیت ہو۔ چنانچہ بچہ کا حال بھی یہی ہے کہ اگر اس کو بھلی اور اچھی باتوں کا عادی بنایا جائے اور اُن کی تعلیم دی جائے تو اُس کی نشو ونما انہیں چیزوں پر ہوگی اور وہ دنیا اور آخرت دونوں میں نیک بخت ہوگا اور اُس کے ثواب میں اُس کے ماں باپ اور اُس کے تمام معلم اور مودب سب شریک ہونگے لیکن اگر بچہ کو بری باتوں کا خوگر بنایا گیا اور جانوروں کی طرح اسے یوں ہی چھوڑ دیا گیا تو بچہ بدبخت ہوگا اور ہلاک ہو جائے گا اور اس کا وبال بچہ کے سرپرست اور نگراں پر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے مومنو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ۔

(بقیہ صفحہ ۱۱۴) بار بار کی تکرار اور مزاولت کے باعث اگر کسی شخص میں کوئی برا خلق پیدا ہو گیا ہے تو ظاہر ہے کہ اُس کو زائل کرنے کے لیے بڑی حذاقت کی بھی ضرورت ہے اور ثبات واستقلال کی بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

توجب ادب آموزی کا تقاضا یہ ہے
کہ بچہ کو دنیا کی آگ سے بچایا جائے
تو اُس کو نارِ آخرت سے بچانا بدرجہ
اولیٰ تادیب کا لازمی فریضہ ہوگا۔

بچہ پر دودھ کے اثرات

علمائے نفسیات جب بچہ کی تربیت کے سلسلہ میں گھر کے ماحول اور دوسری چیزوں کا ذکر کرتے ہیں تو بچہ کے دودھ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور عام طور پر اُس کا ذکر بھی اڑا جاتے ہیں۔ لیکن امام غزالیؒ کی ژرف نگاہی اور دیدہ وری کا یہ عالم ہے کہ وہ بچہ کی شیرخوارگی کو بھی نظر انداز نہیں کرتے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

ینبغی ان یراقبہ من اول امرہ
فلا یستعمل فی حضانتہ
وارضاعہ الا امرأۃ
صالحۃ متدینۃ تاکل
الحلال فان اللبن الحاصل
من الحرام لا برکۃ فیہ فاذا
وقع علیہ نشو الصبی انعجنت
طینتہ من الخبث فیمیل
طبعہ الی ما یناسب
الخبائث

بچہ کی بالکل شروع سے ہی نگرانی اور
دیکھ بھال کرنی چاہیے۔ اس بنا پر
بچہ کی تربیت اور اُس کو دودھ پلانے
کے لیے ایک ایسی ہی عورت سے
کام لیا جائے جو نیک ہو۔ دیندار ہو
اور حلال کھاتی ہو کیونکہ جو دودھ حرام
سے حاصل ہوتا ہے اُس میں برکت
نہیں ہوتی اور جب کسی بچہ کا نشو ونما
ایسے دودھ سے ہوگا تو اُس کی طبیعت
کا خمیر ناپاکیوں سے تیار ہوگا اور
اُس کی طبیعت انہیں کے مناسب
چیزوں کی طرف مائل ہوگی۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ علمائے اسلام کے نزدیک دودھ پلانے والی عورت کا دینی اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اخلاقی اعتبار سے نیک ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ وہ بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں روحانی او اخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ بچہ کی صحیح جسمانی نشو ونما اور اُس کے لیے مناسب اسباب کی فراہمی پر بھی بڑا زور دیتے تھے۔ کیونکہ وہ اس حقیقت سے بے خبر نہ تھے کہ "تندرست دماغ ایک تندرست جسم میں ہی ہو سکتا ہے" اور کوئی قوم اس تنازع للبقا کی رزم گاہ میں اُسی وقت بامراد اور کامیاب ہو سکتی ہے جب کہ اُس کے بچے روحانی اور اخلاقی عظمتوں کے ساتھ جسمانی اعتبار سے بھی سرفراز و بلند ہوں۔ چنانچہ امام غزالیؒ نے بچہ کو دودھ پلانے کے لیے ایک نیک عورت کی ضرورت کا جو اظہار کیا ہے۔ احیاء العلوم کے شارح علامہ سید مرتضیٰ زبیدی اس کی شرح میں فرماتے ہیں

> "اس دودھ پلانے والی عورت کی عمر پچیس ۲۵ اور پینتیس ۳۵ سال کے درمیان ہونی چاہیے کیونکہ یہی عمر صحت و شباب کی عمر ہوتی ہے پھر اس کا رنگ بھی اچھا ہونا چاہیے کیونکہ رنگ کا اچھا ہونا اعتدال مزاج کی دلیل ہوتا ہے۔ علاوہ بریں اس عورت میں یہ اوصاف ہونے چاہییں کہ اُس کی جلد ملائم ہو۔ گردن مضبوط ہو۔ سینہ چوڑا ہو نہ بہت فربہ ہو اور نہ بالکل دھان پان۔ پر گوشت ہو۔ مگر چربی کا اُس پر غلبہ نہ ہو۔ اخلاقی اعتبار سے وہ پسندیدہ کردار رکھتی ہو۔ غم و غصہ اور بزدلی وغیرہ اس قسم کے نفسانی انفعالات و تاثرات رو یہ کو جلد نہ قبول کرتی ہو۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں مزاج کو فاسد کر دیتی ہیں" [۱]

یہاں یہ بات نہ بھولنی چاہیے کہ امام غزالیؒ اور اُن کے شارح علامہ زبیدی نے یہ جو کچھ فرمایا ہے اُس میں وہ منفرد نہیں ہیں بلکہ خود احادیث نبوی میں اس کی طرف اشارے ملتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حلیمہ سعدیہؓ سے جو بنو سعد کے قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں اور جو فصاحت و بلاغت میں بڑا مشہور تھا، دودھ پیا تھا اور علیٰ اختلاف الروایات آپ پانچ یا چھ برس کی عمر

---

[۱] اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۳۶۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہاں رہے تھے۔ ایک روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں "میں تم سب سے زیادہ فصیح ہوں کیونکہ میں قریش سے ہوں اور میری زبان بنو سعد کی زبان ہے"[1] غور کیجیے اس حدیث میں اس بات کی طرف صاف اشارہ ہے کہ بچہ جس عورت کا دودھ پیتا ہے اُس پر اس عورت کی زبان و طرزِ گفتار تک کا اثر ہوتا ہے اور یہ اثر آخر عمر تک قائم رہتا ہے۔ اگرچہ بچہ اس عالم میں نہ ابھی پورے طور پر بول سکتا ہے نہ اپنا مافی الضمیر الفاظ کے ذریعہ کامل طریقہ پر ظاہر کر سکتا ہے اور نہ اس وقت الفاظ کا کافی ذخیرہ ہی اس کے دماغ میں محفوظ ہوتا ہے۔ اس حدیث کے علاوہ ایک روایت میں صاف طور پر کسی پاگل عورت سے بچہ کو دودھ پلوانے کی ممانعت بھی آئی ہے۔ اسی طرح کی ایک روایت حضرت عائشہؓ سے منقول ہے جس میں آپ فرماتی ہیں

"لاتسترضعوا الحمقاء فان اللبن یورث"[2] احمق عورت سے دودھ مت پلواؤ کیونکہ دودھ کے اثرات منتقل ہوتے ہیں

ماں باپ کے تعلقات کا اثر بچے پر

شیر خوارگی کے بعد اب وہ منزل آتی ہے جس میں بچہ ایک خاص ماحول میں رہنے کے باعث گرد و پیش کی اشیا سے اثرات قبول کرنے شروع کرتا ہے اور گویا اب اس کی آئندہ زندگی کے امیال و عواطف کی تشکیل اور اُس کی خاص صلاحیتوں کی تعمیر یا تخریب کی بنیاد پڑنے کا آغاز ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے اس منزل میں اس بات کی ضرورت ہے کہ ماحول کو درست اور صالح رکھا جائے۔ لیکن جس طرح ایک آراستہ کمرہ میں کسی ایک چیز مثلاً میز یا کرسی کی وضع اُس کمرہ کی دوسری اشیاء کی وضع کی نسبت سے ہی متعین ہوتی ہے اور اُس کمرہ کے آراستہ ہونے کے معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ وہاں کی ہر چیز اپنی اپنی موزوں اور مناسب جگہ پر رکھی ہوئی ہے اسی طرح ماحول کے درست ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ ماحول جن جن چیزوں پر مشتمل ہے یعنی ماں باپ، بہن بھائی، گھر کے چھوٹے بڑے آدمی۔

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین۔ ج ۷ ص ۳۶۳ [2] الروض الانف للسہیلی ج ۱ ص ۱۰۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ سب اپنے طور وطریق ، بود وباش اور رفتار وگفتار میں ایسے اصول پر عامل ہوں جن کو محسوس کرکے اچھے اثرات قبول کیے جاسکیں. اگر کسی بچہ کے ماں باپ دونوں آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں آئے دن اُن میں نخ نخ اور تھکا فضیحتی رہتی ہے . بیوی شوہر سے سیدھے منہ بات نہیں کرتی اور شوہر بیوی کو نظر میں نہیں لاتا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ میاں بیوی کی زندگی ہی اجیرن نہیں ہوگی بلکہ ننھے اور معصوم بچہ کی صحت بھی متاثر ہوگی اور اُس کا دماغی سکون و اطمینان نفسیاتی کشمکش کا شکار ہو جائے گا۔ اُس کو ماحول کے اس تکدر سے صدمہ ہونا ناگزیر ہے اگرچہ وہ نہ یہ کسی کو بتا سکتا ہے اور نہ خود جان سکتا ہے کہ اسے یہ دکھ کیوں ہو رہا ہے۔

والدین کی باہمی نخ نخ تو بڑی بات ہے، علمائے نفسیات کا اس پر اتفاق ہے کہ ماں باپ کے دل پر اگر غم اداسی ، مایوسی وناکامی اور فکر وتشویش کی بھی کوئی کیفیت طاری ہوتی ہے تو بچہ بھی اس سے متاثر ہوتا اور اُس کا دکھ اندرونی طور پر محسوس کرتا ہے بلکہ بچہ کو اس سے جو اذیت ہوتی ہے وہ ماں باپ کو بھی نہیں ہوتی اُس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ ماں باپ کو اپنے رنج وغم اور فکر وتشویش کا سبب معلوم ہوتا ہے اور بچہ اس سے ناواقف ہوتا ہے اس بنا پر اُسے اندرونی طور پر ایک نامعلوم السبب سی الجھن اور خلش ہوتی ہے . اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بچہ جب اپنی موجودگی میں بھی ماں باپ کو متفکر غمگین اور اداس دیکھتا ہے تو غیر شعوری طور پر اسے یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ ماں باپ اُس کے ساتھ پوری دلچسپی نہیں لیتے اور انہیں اُس کے ساتھ غیر معمولی محبت نہیں ہے اس غیر شعوری احساس کے باعث بچہ میں ماں باپ کے متعلق ایک گونہ احساس بیگانگت ومغائرت پیدا ہوجاتا ہے اور اگر ماں باپ کے رویہ میں تبدیلی پیدا نہ ہونے کے باعث اس احساس کو پرورش پانے کا موقع ملے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچہ میں نقل اثر ( ) کے اصول کے مطابق آخرکار ایک طرح کا ضغطہ دماغی پیدا ہوجاتا ہے جس کو علمائے نفسیات ( ) سے کہتے ہیں یا اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ بچہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تصادم ذہنی (   ) کا شکار ہوجاتا ہے اور اُس کی مثال علم النفس کی اُس ایک روایتی عورت کی سی ہوجاتی ہے جو بدقسمتی سے ہسٹیریا کے مرض میں مبتلا تھی اور اسی عالم میں وہ ایک مرتبہ خودکشی کرنے کے خیال سے اپنے بالائی مکان کی کھڑکی ایک ہاتھ سے کھول رہی تھی تو ساتھ ہی اپنے دوسرے ہاتھ سے پوری طاقت و قوت کے ساتھ کھڑکی کو بند رکھنے کی کوشش بھی کر رہی تھی۔

ایسے لڑاکا غم پسند یا تشویش پرور والدین کا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ خود اپنی زندگی ہی برباد نہیں کرتے بلکہ چمن ہستی کے نوزائیدہ غنچوں میں بھی ایک ایسا گھن اور بس پیدا کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے ان کو مناسب اور موزوں طریقہ پر نشوونما پانا نصیب نہیں ہوتا۔ ینگ (   ) نے اسی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے اپنے لکچرز میں متعدد مثالیں دی ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک خورد سال بچی جس کی عمر نو برس تھی بیمار ہوگئی۔ اسے بخار رہنے لگا بھوک غائب ہوگئی۔ اُس نے اسکول جانا ترک کر دیا۔ مہینوں اس بچی کا علاج معالجہ کیا گیا مگر کوئی افاقہ نہیں ہوا اور نہ کسی ڈاکٹر کو بیماری کا سبب ہی معلوم ہوتا تھا۔ حالانکہ اصلی سبب یہ تھا کہ بچی کے والدین میں باہم نااتفاقی تھی۔ اگرچہ وہ دونوں بچی سے یکساں محبت کرتے تھے اور اس بات کا خیال بھی رکھتے تھے کہ اُس کے سامنے اپنی باہمی نارضامندی اور تعلقات کی ناخوش گواری کا اظہار نہ ہونے دیں۔ ماں شوہر سے طلاق لینا چاہتی تھی لیکن بچی کے خیال سے اس خواہش کا اظہار نہ کرتی تھی۔ آخر جب بچی کی حالت روبروز گرتی ہی چلی گئی تو تحلیل نفسی کے ایک ماہر نے بچی کے والدین سے کہا کہ آپ دونوں کو یا تو اپنے تعلقات خوش گوار کر لینے چاہییں ورنہ پھر بہتر یہ ہے کہ باہمی تفریق اختیار کر لیجیے۔ اور اگر ان دونوں میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی تو بچی کی جان خطرہ ہے وہ اندرونی کشمکش اور خلش پنہانی کو برداشت نہ کر سکے گی اب ماں باپ نے تفریق اختیار کر لینے کا فیصلہ کر لیا اور وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ بچی پر اس کا اثر یہ ہوا کہ والدین کی نااتفاقی اور تعلقات کی بدمزگی کے باعث وہ ہر وقت جس مبہم خوف سُہر آ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوچار رہتی تھی اب اُس کو اُس سے نجات مل گئی اور والدہ کی توقع کے برخلاف اُس کی صحت یکایک بہتر ہوگئی اور اُس نے اسکول جانا اور کھیلوں میں حصہ لینا شروع کر دیا۔[۱]

ڈاکٹر مسانی کا بیان ہے کہ اسمتھ کالج نیویارک کے چند گریجویٹوں نے جن میں ایک خاتون مس ہیلن وٹمر اور دوسرے طلبا شریک تھے ایک سو ستانوے بچوں کے حالات کی تحقیق کی جو بچوں کے دار الحفاظت (   ) میں داخل کیے گئے تھے خوب اچھی طرح تحقیق کرنے کے بعد یہ لوگ اس نتیجہ پر پہونچے کہ بچوں کی کامیابی یا ناکامیابی پر دوسری چیزوں مثلاً خاندان کی پوزیشن، والدین کی اقتصادی حالت آب وہوا، ذہانت، اسکول اور تعلیم وغیرہ کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا کہ اُن کے والدین کے باہمی تعلقات کی خوش گواری یا ناخوش گواری کا ہوتا ہے۔ تجربہ سے یہ ثابت ہوا کہ جن بچوں کے والدین آپس میں میل ملاپ اور پیار و محبت سے رہتے تھے وہ جسمانی اور دماغی اعتبار سے زیادہ تندرست اور کامیاب تھے۔

اسی طرح ایک اور محقق مسٹر ہالی (Hall) نے ایک مرتبہ ایک ہزار بچوں میں سے سو بچوں کا انتخاب کیا۔ جن میں سے پچاس بچے ایسے تھے جن کے ماں باپ کے باہمی تعلقات بڑے خوش گوار تھے اور اُن کے برخلاف پچاس بچے ایسے تھے جن کے والدین نااتفاقی اور بدمزگی کی زندگی بسر کرتے تھے ان سب بچوں کے حالات اور اُن کے امراض وشکایات کا ایک عرصہ تک عمیق نظر سے مطالعہ کرنے اور اُن کے اسباب کا سراغ لگانے کے بعد مسٹر ہال اس نتیجہ پر پہونچے کہ جن بچوں کے والدین باہمی اتحاد و اتفاق سے نہیں رہتے تھے ان میں ۹۸ فی صدی بچے بعض امراض کا شکار تھے۔

فارسی کا ایک مصرع مشہور ہے " افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را" یہ مصرع دوسرے ارباب انجمن کے حق میں درست ہو یا نہ ہو لیکن علمائے نفسیات اور خصوصاً فرائڈ

[۱]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ینگ کے نزدیک یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ والدین اپنی ازدواجی زندگی میں ناشاد و نامراد ہو کر اپنی انجمن ہستی کی رونق کو جسے عرف عام میں بچے کہتے ہیں ضرور بے آب و مکدر کر دیتے ہیں۔

جو بچے ایسے ناخوش گوار ماحول میں پرورش پاتے ہیں اُن کی صرف صحت ہی ناقص نہیں ہوتی بلکہ دماغی اور نفسیاتی تاثرات کے باعث اُن میں مختلف قسم کے جرائم یا کم از کم اخلاق سے گری ہوئی متعدد عادتوں کی طرف میلان پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے بچے عام طور پر چڑچڑے مزاج کے ہوتے ہیں۔ بات بات پر ماں باپ سے، بہن بھائیوں سے اور آس پاس کے ہم عمروں سے لڑتے جھگڑتے ہیں۔ یا ایسے بچے چپ چپ اور خاموش رہتے ہیں۔ اُن کے چہروں پر یک گونہ افسردگی یا حیرانی کی کیفیات طاری رہتی ہیں۔ کسی کام کو دلجمعی یا حاضر حواسی کے ساتھ نہیں کر سکتے۔ اُن کی فطرت غم پسند اور ان کی طبیعت رنج طلب بن جاتی ہے۔ وہ والدین سے اتنی محبت نہیں کرتے جتنا کہ اُن سے ڈرتے ہیں اور بچپن میں اس ڈر کا انجام بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ جوان ہو کر اُن کو اپنے والدین سے نفرت ہو جاتی ہے۔ ہمارے ہندوستانی گھرانوں میں عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ شادی کے بعد لڑکے کے تعلقات اپنے والدین سے خوش گوار نہیں رہتے۔ اس قسم کے واقعات میں غریب بہو خواہ مخواہ بدنام ہوتی ہے کہ اُس نے آکر بیٹے کو والدین سے الگ کر دیا۔ حالانکہ بات یہ ہے کہ بیٹے میں والدین سے جدا ہو جانے کا رجحان پہلے سے موجود تھا۔ مگر وہ اس کے اظہار کی جرات نہیں کرتا کرتا تھا اب بہو نے آکر صرف یہ کیا ہے کہ اُسی رجحان کو تیز اور شدید کر کے اُس کے اظہار کی جرأت بھی پیدا کر دی ہے۔

(باقی آئندہ)

© rasailojaraid.com